مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کی نقاہت اور کمزوری میں اگرچہ روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن حضور روزانہ درس القرآن دے رہے ہیں۔ ۲۸ اگست کو سورہ نحل کے چوتھے رکوع تک درس ہو چکا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ خدا تعالےٰ حضور کو کامل صحت بخشے ؛

جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے ناظر دعوت و تبلیغ نے بوجہ بیماری تین ماہ کی رخصت حاصل کی ہے۔ ان کی جگہ جناب مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے ناظر مقرر ہوئے ہیں ؛

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کھیوڑہ۔ ضلع جہلم اور مولوی ظہور حسین صاحب کالکا۔ ضلع انبالہ غیر احمدی مسلمانوں کے جلسوں میں ان کی دعوت پر لیکچر دینے کے لئے بھیجے گئے ہیں ؛

۲۸ اگست کو بھی خدا کے فضل سے بارش ہوئی ؛

مولوی عبدالرحیم صاحب نیر میسور میں

وائس پریزیڈنٹ صاحب انجمن مسلم طلباء میسور لکھتے ہیں

یورپ اور افریقہ کے تجربات

مسلم سٹوڈنٹس کنونشن میسور کے زیر اہتمام جناب الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر مبلغ اسلام افریقہ و انگلستان نے ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء مہاراجس کالج کے لیکچر ہال میں زیر صدارت پروفیسر وینکیٹیشور آر ایم۔ اے۔ ایل ٹی "یورپ اور مغربی افریقہ میں ایک ہندوستانی کے تجربات" کے عنوان سے بذریعہ میجک لینٹرن لیکچر دیا۔ ہندو مسلم شرفا اور معززین کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ کاؤنٹس اور کرنل سکیو بیٹ بھی تشریف فرما تھے صاحب صدر کی افتتاحی تقریر کے بعد مولوی صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی۔ جس میں بتایا۔ کہ کس طرح یورپ میں اور مغربی افریقہ میں سخت مخالفت کے باوجود آخر کار وہ ایک کثیر جماعت کو اسلام کے متعلق ان کے شکوک کا ازالہ کر کے اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوئے آپ نے فرمایا۔ آپ جنوبی ہند کا دورہ ان شبہات کو رفع کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ جو بعض شریر لوگوں نے اسلام کے متعلق پیدا کر رکھے ہیں۔ آپ نے بتایا۔ کہ اسلام کے معنی سلامتی کے ہیں۔ اور سلامتی اسلام کے بتائے ہوئے اس اصل پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ "دوسروں سے ایسا ہی سلوک کرو۔ جیسا تم امید کرتے ہو۔ کہ دوسرے تم سے کریں" آپ نے بتایا۔ پیغمبر اسلام نے اس امر کی سخت تاکید کی ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی عزت کی جائے ؛

آپ نے اس کے بعد احمدیہ مشن کے وسیع اور شاندار کارناموں کے متعلق بعض متحرک تصاویر دکھلائیں۔ پریزیڈنٹ نے اسلام کا صحیح مفہوم پیش کرنے اور دعوت صلح دینے کے لئے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اور بتایا۔ کہ اگر ہندوستانی ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنا سیکھ جائیں۔ تو موجودہ فرقہ وارانہ حالت میں بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ اگلے دن مولوی صاحب نے بعض صاحب رسوخ اصحاب سے ملاقاتیں کیں ؛

نے ارتداد کا جال پھیلایا تھا۔ مگر اس خیرخواہ اسلام نے آتے ہی یہ کیا کہ اگر بڑے بڑے متمول آریہ موٹروں پر شان و شوکت کے ساتھ اس قوم کے پنچوں پر اثر ڈالتے۔ تو یہ مبشر فقیری لباس میں پیدل جاتا۔ آپ اس وقت سندھی زبان سے نا آشنا ہونے کے باوجود سندھیوں کو کسی نہ کسی طرح اپنی بات سمجھا لیتے اور ان سے سندھی کتاب پڑھتے۔ اور زبان بھی سیکھتے۔ آخر تیسرے ماہ بخوبی سندھی زبان میں تقریر شروع کر دی۔ غرض اگر ایک جتھا ایک دن آریہ قوم کا حافظ قرآن گوکل چند سنجوگی کے گاؤں کو قائل کر آیا۔ کہ ہم تمہیں شدھ کرنے آئیں گے۔ تو دوسرے دن مولانا بقاپوری صاحب جا کر سارا تانا بانا توڑ آتے۔ پھر اگر وہ تہجد گذار ہزاری مل صاحب کے گاؤں پر اثر ڈال آتے۔ تو یہ جا کر ان کو ان سے متنفر بنا آتے۔ آخر دسمبر ۱۹۲۳ء کو اس جنگ میں سنجوگی قوم سے آریوں کو مایوسی ہوئی۔ اور بفضلہ تعالےٰ ارتداد کی آگ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا اور توجہ اور مولانا بقاپوری کی جد و جہد اور رات کے آنسوؤں سے سرد ہوئی۔

۳۔ مولانا بقاپوری کو دوسرے سال ۱۹۲۴ء میں علما و فقرا اور امرا تینوں کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ مباحثات شروع ہو گئے۔ مولانا صاحب ایک ہوتے اور مقابل پر غیر احمدی علماء بعض اوقات درجن تک ہوتے۔ مگر ہمیشہ بفضلہ تعالےٰ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کی برکت سے ان کو غلبہ حاصل ہوتا۔ جس سے جماعت میں لوگ داخل ہونے لگے۔ مباحثات کا بھی عجیب طرز تھا۔ جتنا بھی کوئی وقت لیتا آپ دیتے۔ اور جو سوال ہوتا چاہے کیسا ہی غیر متعلق ہوتا۔ ہمیشہ تحقیقی جواب دیتے۔ اور کوشش فرماتے کہ لوگ حقیقت سمجھ لیں۔ خواہ کس قدر کوئی کمینہ حملہ کرتا۔ آپ تحمل سے کام لیتے۔

۴۔ صوبہ سندھ کے مسلمان بھی اہل ہنود کی اتباع میں پنجابیوں سے بہت عداوت رکھتے ہیں۔ سندھی میں مثال ہے "سپ تا رپنجابی مار" یعنی سانپ کو چھوڑ دو پنجابی کو مار دو۔ ایسی حالت میں مولوی صاحب کو بہت ہی مشکلات کا سامنا ہوا۔ آریہ لوگ دشمن بن گئے۔ اور مسلمانوں کے علماء و فقرا بھی دشمن ہو گئے۔ اور وطنی نفرت اس کے علاوہ۔ اس لئے ہر ایک جائز و ناجائز حرکت سے حائل تبلیغ سلسلہ حقہ ہوئے۔ بعض جگہوں پر تو کلہاڑیوں کو تیز کر کے قتل پر بھی آمادہ ہوئے۔ اور گالی گلوچ کا تو بازار ہر جگہ قریباً گرم رہتا تھا۔ مگر مولوی صاحب نے نہ کبھی گالیوں کا جواب دیا۔ اور نہ رنج کیا۔ بلکہ رات کو بوقت سحری ان کے حق میں دعائیں کرتے۔ آپ نے بعض اہل قلم احباب کو سندھی میں ٹریکٹ لکھنے اور بعض ذی ثروت اصحاب کو اپنے خرچ پر سندھی طالب علموں کو دارالامان بھیجنے کی ترغیب دی۔ جس پر بعض نے ٹریکٹ سندھی زبان میں لکھ کر شائع کئے اور بعض سندھی طالب علم دارالامان بھیجے گئے۔

۵۔ ۲۶-۱۹۲۵ء میں عسر کی حالت دور ہوئی۔ کیونکہ سندھ میں بعض جگہ جماعتیں قائم ہوئیں۔ اور لوگ باتیں سننے لگے علما پر خاص طور سے رعب پڑا۔ بلکہ مولوی بقاپوری صاحب کا نام لے کر کہتے۔ کہ ہم ان سے مقابلہ نہیں کرتے۔ اس سے بھی سعید روحیں متوجہ ہوئیں۔ اور احمدیت کو قبول کیا۔

۶۔ سندھ میں پیدل سفر کرنا بہت ہی حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ "پنڈ کان وات کتے جی چنگو" یعنی پیدل سفر سے کتے کے منہ میں پڑنا اچھا ہے۔ مگر مولانا بقاپوری کی سادگی محنت و جانفشانی کا یہ حال تھا۔ کہ پیدل سفر کرتے ہوئے کتابوں کی گٹھڑی اٹھائے مخالف مولویوں کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کی متانت علمی لیاقت و شیریں زبانی سے علماء اس قدر متأثر ہوتے۔ کہ بعد مباحثہ آپ سے مخالفت چھوڑ دیتے۔ اور آپ کا عملی نمونہ اور سجدہ میں گریہ و زاری سنکر اکثر غیر احمدی آپ کو ولی اللہ سمجھتے اور جماعت احمدیہ کے لوگ تو آپ کو اپنا باپ ہی سمجھتے۔ بچوں کو بھی آپ کے آنے سے خوشی ہوتی۔ اور جہاں جاتے ضرور بچوں کو کچھ نہ کچھ نقدی دیتے۔

۷۔ آپ باوجود فقیری لباس میں ہونے کے کلمہ حق کے لئے اس قدر شجاع اور غیور تھے۔ کہ بڑے بڑے رؤسا کو بھی ان کی مجلس میں جا کر صاف صاف بات سناتے۔ چنانچہ نواب صاحب خیرپور سندھ کے حقیقی بھائی کو ان کی مجلس میں جا کر تبلیغ کی۔ اور وہ اس قدر معتقد ہوئے۔ کہ ہمیشہ آپ کی جرأت اور لیاقت کی تعریف کرتے رہے۔ ایسا ہی ایک خان بہادر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں اپنی مجلس میں ناشائستہ الفاظ کہے۔ تو آپ نے بے دھڑک ایسی اعلیٰ طرز سے اس کا مقابلہ کیا کہ اس کے دوستوں نے اس کو معافی مانگنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ اس نے معافی مانگی۔ اسی طرح جو آپ سے ایک دفعہ ہم کلام ہوتا وہ آپ کا مداح بنجاتا۔ حتیٰ کہ بعض مباحثہ کرنے والے غیر احمدی علماء اقرار کرتے۔ کہ مولانا بقاپوری صاحب حق پر ہیں۔ اور صرف یہ ہی جماعت قادیان والی دین کا کام کر رہی ہے۔ پھر اس قدر بے نفسی آپ میں تھی۔ کہ کئی ایسے مباحثات کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ جن میں کئی احمدی ہوئے۔ اور پھر کئی قسم کی آپ کو تکالیف بھی پہونچیں۔ مگر ان باتوں کی اشاعت کو آپ نے کبھی پسند نہ کیا۔ بعض اوقات بیعت لیتے وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔

۸۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے جماعت احمدیہ سندھ میں سیاست قائم کرنے کے لئے بعض سرکاری ملازموں پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو برے الفاظ سے یاد کرتے رہتے تھے مقدمات کرنے کی اجازت دی۔ اور دوران مقدمہ میں ان کے معافی طلب کرنے پر معافی دینے سے نہ صرف دوسرے لوگ مرعوب ہوئے۔ بلکہ وہ بھی معتقد ہو گئے۔ کیونکہ ان کو صحیح باتیں سننے کا موقعہ مل گیا۔ اس لئے بھی ۲۸-۱۹۲۷ء میں مولانا بقاپوری صاحب کو گذشتہ سالوں کی طرح لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہونچی۔ البتہ ان سالوں میں وجع الاعصاب سے بیمار رہے۔ اور پھر درد سر تپ و غشی کا بھی کبھی کبھی دورہ ہو جاتا رہا۔ اور اس سے بڑھکر آپ کی لائق بیٹی مبارکہ مرحومہ کی وفات کا صدمہ ہے جس نے آپ کو کمزور کر دیا۔ مگر آپ بدستور تبلیغ کرتے رہے۔ چنانچہ اس سال ۱۹۲۸ء میں بھی قریباً پچاس اشخاص داخل سلسلہ ہوئے۔ اللّٰھم زد فزد

غرض یہ اول مبلغ سندھ جب ۱۹۲۳ء میں سندھ تشریف لائے۔ تو اس وقت سندھی احمدیوں کی صرف ایک انجمن صوبہ دیرہ کی تھی۔ جس کے صرف دو چار ممبر تھے۔ اب بفضلہ تعالےٰ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی دعا کی برکت سے کتنی انجمنیں ہیں۔ جن میں قریباً پچاس مندرجہ ذیل دیہات و شہروں میں احمدی جماعتیں اور افراد پائے جاتے ہیں جو سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے اکثر غیر احمدی اب قریباً سلسلہ کے مصدق اور ثنا خواں پائے جاتے ہیں جس پر ہم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور مبارکباد عرض کرتے ہوئے گذارش کرتے ہیں۔ کہ حضور انور دعا فرمائیں۔ کہ یہ پودے احمدیت کے بڑھیں پھولیں پھلیں۔ اور مولانا بقاپوری کا قائم مقام بھی سندھ کے لئے بابرکت ہو۔ آمین

اب حسب ذیل مقامات پر احمدی انجمنیں قائم ہیں:۔

۱۔ کمال ڈیرہ ۲۔ صوبہ دیرہ ۳۔ سکھر ۴۔ روہڑی ۵۔ جامانی ۶۔ داڑا داھن ۷۔ پل ۸۔ انور ۹۔ گمبٹ ۱۰۔ اکبر ۱۱۔ بھیرو ۱۲۔ نہمیر ۱۳۔ کنڈیارہ ۱۴۔ تاتوری ۱۵۔ تنمیہ ۱۶۔ شکارپور ۱۷۔ لاڑکانہ ۱۸۔ ٹھیانڈ ۱۹۔ حسن ۲۰۔ باوری ۲۱۔ باڈہ ۲۲۔ دڑا ۲۳۔ کوٹڑی ۲۴۔ حیدرآباد ۲۵۔ میرپور ۲۶۔ گوٹھ بوٹہ ۲۷۔ دیال گڑھ ۲۸۔ بڈھاکوٹ ۲۹۔ چک ۲۹/۱۵ ۳۰۔ چک ۳۰/۱ ۳۱۔ چک ۱۵/۱ ۳۲۔ جھگیاں ۳۳۔ چک ۱/۱۱ ۳۴۔ چک ۲۲/۲ ۳۵۔ نواب شاہ ۳۶۔ سکرنڈ ۳۷۔ ڈونر ۳۸۔ لغاری ۳۹۔ مراد علی چانڈیہ ۴۰۔ لاڑائی چانڈیہ ۴۱۔ ٹھٹھو کیریہ ۴۲۔ پڈ میدان ۴۳۔ داود ودن ۴۴۔ رضن میمن۔ اس کے علاوہ جماعت کراچی اور سیہون وڈگر وڈیں بھی احمدی احباب ہیں۔

خاکسار ان

میر مرید احمد خان ٹالپر فیملی جاگیردار و امداد اہل

محمد بیل احمدی ہیڈ ماسٹر شہر کمال ڈیرہ سندھ

ضرورت ہے

۱۔ ایک انگریز افسر کو موٹر ڈرائیور کی شملہ کے لئے جو دیانت دار اور ماہر ہو۔ گاڑی شور لیٹ کار چلانی ہوگی۔ تنخواہ حسب لیاقت اور قابلیت دی جائے گی۔

۲۔ ایک موٹر میکانک کی ڈیرہ دون کے لئے جو فٹنگ کا کام جانتا ہو۔ نیز ٹھنڈا اور گرم کام بھی جانتا ہو۔ تنخواہ حسب لیاقت اور قابلیت دی جائے گی

۳۔ ایسے لوگوں کی جو الیکٹرک بجلی کا کام کرتے ہوں۔ یا ان کے ماتحت بجلی کا کام کرنے والے ہوں۔ یا ایسے دوکاندار جو سامان الیکٹرک بھی فروخت کرتے ہوں۔ اور الیکٹرک کے سامان کی مرمت بھی کرتے ہوں۔ یا موٹر کار میں جو بجلی ہے یعنی بیٹری۔ ڈائنامو سیگنٹ سلف سٹارٹر وغیرہ کی مرمت کرتے ہوں۔

۴۔ ایک چوکیدار کی جالندھر کے لئے تنخواہ ۱۳ روپیہ ماہوار

۵۔ ایک ایسے آدمی کی جو چپراسی کا کام بھی کرے۔ اور بوقت ضرورت موٹر بھی چلا سکے۔ تنخواہ و الاؤنس موٹر چلانے کا مبلغ للعہ۴۰ روپے ماہوار تک ہوجایا کرے گا۔

نوٹ:۔ خواہشمند اپنی اپنی درخواست بمعہ نقول سارٹیفکیٹ اگر ہوں۔ تصدیق چال چلن و احمدیت سکرٹری امور عامہ یا امیر جماعت مقامی بہت جلد دفتر امور عامہ میں بھجوادیں۔

ناظر امور عامہ قادیان

صحافت نسواں کا گوہر تاباں

یعنی

رسالہ "نور جہاں" امرتسر

حسب ذیل ایجنٹوں سے مل سکتا ہے

لاہور۔ منشی غلام محمد صاحب ایجنٹ اخبارات متصل لوہاری دروازہ

امرتسر۔ سندھی بکڈپو بالمقابل دکان ڈاکٹر فیروزالدین صاحب مجسٹریٹ ہال بازار

بھوپال۔ محمد حشمت اللہ صاحب ایجنٹ اخبارات متصل مسجد پنڈاری

وہیلر بک ڈپو ریلوے اسٹیشن

آلہ آباد۔ لکھنؤ۔ بریلی۔ دہلی ۔ سہارنپور۔ انبالہ ۔ کالکا۔ لدھیانہ فیروزپور چھاؤنی۔ ملتان چھاؤنی۔ خانیوال۔ سکھر۔ حیدرآباد سندھ۔ کراچی شہر۔ کراچی چھاؤنی۔ کوئٹہ۔ پٹھانکوٹ۔ امرتسر۔ لاہور۔ وزیرآباد۔ کیمبلپور۔ جہلم۔ راولپنڈی۔ نوشہرہ۔ پشاور چھاؤنی

دوسرے شہروں میں محنتی ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

المشتہر۔ خاتون منیجر رسالہ نور جہان امرتسر

اولاد حاصل کرنے کی

حیرت انگیز دوائی

اگر واقعی آپ اولاد حاصل کرنے کیلئے پریشان ہیں۔ اگر واقعی اپنے بعد سلسلہ نسل قائم رکھنے کی آپ کو سچی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنا محنت اور پسینہ سے کمایا ہوا روپیہ اشتہاری حکیموں کی نذر کرکے برباد نہ کریں۔ صرف

حب حمل

کا استعمال گھر میں شروع کرادیں جس کا پہلی دفعہ کا استعمال ہی انشاء اللہ آپ کو بامراد کردے گا۔ زیادہ تعریف ہم گناہ سمجھتے ہیں۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت حب حمل صرف پانچ روپے (صہ) آرڈر دیتے وقت تفصیلی حالات ضرور لکھیں۔ جو کہ صیغہ راز میں رکھے جائیں گے۔

مہتمم احمدیہ دواخانہ قادیان

مشین قیمہ

کوڑیوں کے مول خریدو

یہ مشینیں جرمنی سے خاص طور پر تیار کرائی گئی ہیں۔ بے حد مضبوط۔ خوبصورت اور سالہا سال تک کام دینے والی چیز ہے۔ ہر مشین کے ہمراہ مصالحہ پیسنے اور پیاز وغیرہ کترنے کے پرزہ جات بھی روانہ کئے جاتے ہیں۔ قیمت گویا کچھ بھی نہیں۔ فرمائشیں دھڑا دھڑ آرہی ہیں۔ جلدی کیجئے۔ ورنہ آئندہ چالان کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت فی مشین صرف چھ روپے بارہ آنے (۱۲؍۶) اخراجات بذمہ خریدار

ایم عبدالرشید اینڈ سنز سوداگران مشینری احمدیہ بلڈنگ بٹالہ (پنجاب)

جلدی فرمائشیں بھیجئے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

کی ۱۷ جون والی تقریر

بڑے اہتمام سے چھپ رہی ہے۔ احباب اپنے اپنے آرڈر جلد بھیجیں۔ قیمت فی نسخہ ہر ایک روپیہ کے پانچ اور جو تقسیم کرنے کے لئے منگائیں۔ انہیں تقریباً لاگت پر ہی ملیں گے۔ یعنی اگر سو یا سو سے زیادہ منگائیں گے۔ تو چودہ روپے سینکڑہ کے حساب سے قیمت لی جائے گی۔

منیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

حبّ اٹھرا

کا نام

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہوجاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کیلئے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول و مشہور ہیں۔ اور ان گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہوکر والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے اخیر رضاعت تک تقریباً ۹ تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ منگانے پر فی تولہ عہ لیا جائیگا۔ ملنے کا پتہ:۔ عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

ہندوستان کی خبریں

—— شملہ۔ ۲۲؍ اگست۔ حکومت پنجاب کے دفاتر ۱۰؍ اکتوبر کو شملہ میں بند ہو جائیں گے۔ اور ۱۵؍ اکتوبر کو لاہور میں دوبارہ کھلیں گے۔ گورنر پنجاب ۱۶؍ اکتوبر کو لاہور واپس آجائیں گے ؎

—— سکندر آباد۔ ۲۲؍ اگست۔ گذشتہ شب سات قیدی جن کا مقدمہ زیر سماعت تھا دیوار میں سوراخ کر کے ڈسٹرکٹ جیل سے فرار ہو گئے۔ اور پولیس کی تلاش کے باوجود اب تک مفقود الخبر ہیں ؎

—— رانچی۔ ۲۱؍ اگست۔ بہار اڑیسہ کونسل نے دو روز کی بحث وتمحیص کے بعد ۴۸ آرا کے مقابلہ میں ۵۰ آرا کے ذریعہ سے سائمن کمیشن سے اشتراک عمل کے لئے ایک کمیٹی کے تقرر کی قرارداد منظور کی ہے ؎

—— نارتھ ویسٹرن ریلوے والوں نے امرت سر سے لاہور۔ لاہور سے امرت سر تک۔ پٹھانکوٹ سے امرت سر۔ امرت سر سے پٹھانکوٹ اور دوسری برانچ لائنوں پر آٹھ ریلوے گاڑیاں کم کر دی ہیں۔ وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ موٹر لاریوں کا اثر ہوگا ؎

—— پٹنہ۔ ۲۴؍ اگست۔ اتکل پراونشل کانگرس کمیٹی نے نہرو کمیٹی کی رپورٹ کی سفارشات پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ کہ ان سفارشات میں اتکل کو علیحدہ صوبہ بنانے کی سفارش نہیں کی گئی۔ حالانکہ یہ مطالبہ کانگرس اور گورنمنٹ دونوں کی طرف سے جائز تسلیم کیا جا چکا ہے ؎

—— کلکتہ۔ ۲۲؍ اگست۔ آج بنگال کونسل میں جب قانون مزارعین پر بحث ہو رہی تھی۔ اور زمیندار سوراجیوں اور حکومت کی امداد سے رعایا کے خلاف ترمیمیں منظور کرا رہے تھے۔ تو مسلمان احتجاجاً اٹھ کر مجلس سے چلے گئے۔ اور کونسل برسر اجلاس تھی۔

—— بمبئی۔ ۲۳؍ اگست۔ آنریبل مسٹر جسٹس سر چارلس فاسٹ جج بمبئی ہائیکورٹ نے سیزدہ سالہ طالب علم مسمی وجیا سنگھ دوارکاداس کو جو ایک تیز رفتار موٹر کے نیچے آگیا تھا۔ چالیس ہزار روپیہ بطور تلافی نقصان ملزمین سے دلائے۔

—— رنگون۔ ۲۳؍ اگست۔ بدھ ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل کے زیر اہتمام ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں برمن لیگ کی سرپرستی میں برما کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کا مطالبہ کرنے کے لئے جلسہ منعقد کرنے کی تجویز کرنے والوں کی مذمت کی گئی۔ اور قرار پایا کہ برما کے تمام باشندے ہندوستان سے برما کی علیحدگی کے خلاف متحدہ کارروائی کریں ؎

—— کلکتہ کے اخبار سوتنتر کو میرزاپور سے اطلاع ملی ہے۔ کہ وہاں کی پولیس نے ایک برہمن عورت کو جو ۳۵ سالہ دکھائی دیتی ہے۔ بدیں الزام گرفتار کیا ہے۔ کہ اس نے اپنے ولد الحرام زندہ بچہ کو ویرانے میں پھینک دیا۔ پولیس نے بچہ کو ہسپتال پہنچا دیا۔ اور عورت کو زیر حراست لے لیا۔ اس عورت کا بیان ہے۔ کہ اس کے والد بزرگوار اس کے ساتھ زنا کرتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ والد تاحال مفرور ہے۔ پولیس سراغ لگانے میں مصروف ہے ؎

—— دہلی۔ ۲۲؍ اگست۔ تار لکھ کر ٹیلیگراف آفس تک بھیجنے اور ٹیلیگراف آفس سے تار پہونچانے میں آج کل جو وقت صرف ہوتا ہے۔ اس کے بچانے کے لئے ٹیلیگراف آفس نے دہلی۔ انبالہ۔ امرت سر۔ لاہور۔ نئی دہلی۔ راولپنڈی اور شملہ میں تجربہ کے طور پر یہ انتظام کیا ہے۔ کہ تار دینے والے لوگ بذریعہ ٹیلیفون تار کا مضمون ٹیلیگراف آفس کو لکھوا دیں۔ تو ان کا تار بھیج دیا جائیگا۔ نیز اسی طرح جو تار آئیں گے۔ ان کا مضمون انہیں ٹیلیفون کے ذریعہ پڑھ کر سنا دیا جایا کریگا۔ اس طرح پر جو تار جائیں گے انہیں فونوگرام کہا جائیگا۔ اس سے وہی اصحاب فائدہ اٹھا سکیں گے جو کچھ رقم پیشگی ٹیلیگراف آفس میں جمع کرا دیں گے۔ ہر ماہ ان کا حساب ہو جایا کریگا۔ کچھ فیس انہیں حساب رکھنے کی دینی پڑیگی اگر ٹیلیفون پر کوئی شخص جواب نہ دیگا۔ تو اس کا تار بذریعہ چپراسی بھیجدیا جایا کریگا۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات کرنے کے لئے اپنے اپنے مقام کے سنٹرل ٹیلیگراف آفس سے خط وکتابت کرنی چاہیئے ؎

—— فری پریس آف انڈیا کے نامہ نگار مقیم شملہ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں شاہی کمیشن سے تعاون کرنے کے لئے ایک کمیٹی کے تقرر کا ریزولیوشن لیڈر آف ہاؤس کی طرف سے پیش کیا جائے گا ؎

—— ڈپٹی کمشنر دہلی نے اعلان کیا ہے۔ کہ جو شخص کمیٹی کے گھاٹے کے متعلق کوئی ایسی سکیم بنا کر پیش کرے گا جس سے کمیٹی کا گھاٹا پورا ہو جائے۔ اور انتظام بھی اسی طرح قائم رہے۔ اس کو ۵۰۰ روپے انعام دیا جائیگا ؎

کلکتہ۔ ۲۵؍ اگست۔ بنگال ہندو سبھا کی اگزیکیٹو کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ نہرو کمیٹی کا ہندوستان کو نوآبادیات جیسی حکومت دیئے جانے کے اصول کو منظور کرنا ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم تو اپنا سیاسی نصب العین مکمل آزادی سمجھتے ہیں۔ اور مکمل آزادی ہی ہمیں مطمئن کر سکتی ہے۔ سندھ کا علیحدہ کیا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ نشستوں کے مخصوص کئے جانے کے متعلق کمیٹی کی رائے ہے۔ کہ اگر اس اصول کو قائم ہی کرنا ہے۔ تو اس کا اطلاق سارے صوبوں پر ہونا چاہیئے ؎

غیر ممالک کی خبریں

—— لندن ۲۰؍ اگست۔ آج مقام سیوائل میں مسمی مانوئل مشادو عمر ۹۹ سال اور مسماۃ ونار یوردگس عمری ۸۹ سال کی شادی ہوئی۔ اعزہ واقارب اور احباب کا مجمع کثیر موجود تھا۔ دولہا اور دلہن لطف زندگی حاصل کرنے کے لئے جانب میڈرڈ روانہ ہو گئے ہیں ؎

—— طہران۔ ۲۲؍ اگست۔ گذشتہ شب سبزوار۔ نیشاپور شیروان۔ اور خراسان کے اضلاع میں شدید زلزلہ محسوس ہوا۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ نیشاپور میں زلزلہ کے باعث دس نفوس ہلاک ہو گئے۔ اور چند عمارات بھی منہدم ہو گئیں ؎

—— رگبی۔ ۲۳؍ اگست برطانیہ اور آسٹریا کے مابین ٹیلیفون کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے ؎

—— ماسکو۔ ۲۲؍ اگست۔ سرکاری تاس ایجنسی کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ سویٹ گورنمنٹ نے برٹش گورنمنٹ کی درخواست پر لکھا ہے۔ کہ وہ کسی برٹش جنگی جہاز کو سویٹ علاقہ کے سمندر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی۔

—— لندن۔ ۲۴؍ اگست۔ لندن کی مجوزہ مرکزی مسجد کے لئے جو رقم بذریعہ چندہ وصول ہوئی ہے۔ اس کی میزان ۷۰ ہزار پونڈ ہے۔ جس میں حضور نظام کا عطیہ بھی شامل ہے بقیہ ۳۰ ہزار پونڈ جمع کرنے کے لئے لارڈ ہیڈلے جو حال ہی میں ہندوستان سے واپس آئے ہیں۔ دوبارہ ممالک مدراس۔ کلکتہ۔ کولمبو۔ بنگلور۔ سنگاپور اور جاوا جائیں گے۔ جہاں وہ مسلم لیڈروں سے ملاقات کریں گے۔ مسجد کا نقشہ جامع پیرس کے نمونہ پر فرد کنکریٹ کی عمارت کا ہے۔ جس میں طلباء کے لئے دار الاقامہ۔ کتب خانہ اور نشستگاہ بھی ہونگی۔ قطعہ اراضی ہالبورن اور وکٹوریہ کے درمیان پسند کیا گیا ہے ؎

—— قسطنطنیہ۔ ۲۳؍ اگست حسب التعمیل فیصلہ مصطفیٰ کمال پاشا اس وقت تمام ٹرکی میں عربی حروف کی بجائے لاطینی حروف کے اجراء کی کوشش ہو رہی ہے۔ حکومت کے تمام محکمے انہیں کتابوں کو زیادہ خریدتے ہیں۔ جو انگریزی وضع میں چھپی ہوتی ہیں۔ اور اب یہ بھی ارادہ ہو رہا ہے۔ کہ ترکی زبان کی بعض پرانی مستند کتابیں انگلستان میں طبع کرائی جائیں۔ فوج کے سپاہیوں اور افسروں کو جدید حروف سے آشنا کرنے کے لئے خاص اسباق تیار کر کے جاری کر دیئے گئے ہیں

—— پیرس۔ ۱۲؍ اگست۔ مسٹر کیلاگ کے ہاور میں وارد ہونے پر اہل ہاور کی طرف سے آپکی خدمت میں سونے کا ایک فونٹین قلم اس درخواست کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔ کہ آپ اور دیگر ممالک کے مندوب معاہدہ انسداد

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان الفضل قادیان سے شائع کیا

ہز ہائینس والئے میسور سے ملاقات

ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب میسور نے کمال مہربانی سے مولوی صاحب کو ملاقات کا موقعہ دیا۔ اور احمدیہ مشن کے مفید کاموں پر اظہار مسرت فرمایا۔ بعدازاں آپ سٹاف کوارٹرز میں گئے۔ جہاں کاونٹس اور کرنل سکیوٹ نے آپ کا خیر مقدم کیا اور ایک گھنٹہ تک مختلف اخلاقی اور مذہبی مسائل پر پُرلطف صحبت رہی ✤

مسلمانوں کی ترقی کے ذرائع

اگلے دن یوپسٹوڈنٹس کنونشن نے آپ سے ٹاؤن ہال میں "مسلمانوں کی ترقی کے ذرائع" پر تقریر کرنے کی درخواست کی۔ پروفیسر آغا محمد عباس صاحب شوستری اس مجلس کے صدر قرار پائے۔ موسم کی ناسازگاری کے باوجود مسلم اور غیر مسلم شرفاء بکثرت شامل ہوئے۔ تلاوت قرآن اور نعت کے بعد مولوی صاحب نے نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بتایا۔ کہ موجودہ زمانہ میں جب اتحاد اسلامی کی سخت ضرورت ہے۔ مسلمان کس طرح نفاق کا شکار ہو رہے ہیں۔ آپ نے اتحاد فی العمل مع الاختلاف فی العقائد پر بہت زور دیا۔ آپ نے بتایا۔ جب تک مسلمان باہمی رواداری سے کام نہیں لیں گے۔ کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد آپ نے بیس منٹ تک لینٹرن سلائڈ دکھائیں۔ اور بعدہٗ صاحب صدر نے بتایا۔ کہ جب مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی مثال ایک درخت کی مختلف شاخوں کی ہے۔ تو انھیں آپس میں محبت اور اتفاق سے رہنا چاہیئے۔ اور کتے بلیوں کی طرح لڑنا نہیں چاہیئے۔

۸ بجے شام کنونشن کے وائس پریذیڈنٹ کی طرف سے شکریہ کا ووٹ پیش ہونے کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا ✤

کھُلی چِٹھی

بنام

منتری آریہ ویدک سماج دینانگر

آپ نے اپنے تازہ اشتہار میں بالکل خلاف واقعہ لکھ دیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے ۱۴ اگست کے مجوزہ مباحثہ سے گریز کیا۔ جماعت احمدیہ ہر وقت اور ہر مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے طیار ہے۔ آپ کے نمائندہ نے اصول مناظرہ کے مطابق مدعی کی پہلی اور آخری تقریر کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ لکھا۔

"پہلی اور آخری تقریر ہماری (آریہ سماج کی) ہوگی۔ کیونکہ معترض ہم ہونگے"۔

اور پھر باوجود سمجھانے کے اس اور ایسی ہی بعض دوسری غلط شرائط پر اصرار کر کے مباحثہ سے پہلو تہی کی۔ جس کا ذکر ہم الفضل ۱۴ اگست میں کر چکے ہیں۔ اب آپ نے در الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مطابق ہمیں ہی موردِ الزام ٹھیرایا؟ جماعت احمدیہ اور فرار؟ اجتماع ضدین ہے! آپ نے لکھا ہے۔ کہ خط و کتابت ہمارے پاس موجود ہے۔ لہٰذا آپ اسے شائع کر کے اپنے اس دعوے کا ثبوت پیش کریں۔ ورنہ ان الفاظ کو واپس لیں ✤

ہاں آپ نے دینانگر کے ۲۹۔ جولائی کے مباحثہ کی کھلی شکست کو بھی چھپانے کی کوشش کی ہے۔ مگر وہاں کی ہندو مسلم پبلک پنڈت دھرم بھکشو جی کی اس بے بسی کو بھول نہیں سکتی۔ جو انھوں نے اپنی آنکھوں دیکھی۔ اور جس پر پنڈت صاحب کی وہ تین تحریریں زبردست گواہ ہیں۔ جو انھوں نے ہمارے سپرد کیں اور اخبارات انقلاب لاہور۔ حقیقت لکھنؤ۔ القصاص گجرات وغیرہ میں چھپ چکی ہیں ✤

بالآخر میں پھر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ بہت جلد خط و کتابت شائع کریں۔ ع تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔

ہاں اگر تابِ مقابلہ ہے۔ تو الفضل ۱۴ اگست کا چیلنج پڑھئے۔ اور میدانِ مقابلہ میں آئیے ✤

خاکسار سلسلہ احمدیہ کا ادنےٰ ترین خادم اللہ دتا جالندھری مولوی فاضل قادیان

اخبار احمدیہ

رؤیا صالحہ

الفضل ۱۷ اگست ۱۹۲۸ء میں رؤیا صالحہ کے زیرِ عنوان جو مضمون درج ہوا ہے وہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر دعوت و تبلیغ کا تحریر کردہ ہے۔ غلطی سے اصل مضمون میں نام درج ہونے سے رہ گیا تھا ✤

ضرورت

منشی عبدالغنی صاحب سب انسپکٹر تھانہ کاہنووان تحصیل گورداسپور کو ایک ایسے باخلاق استاد کی ضرورت ہے۔ جو اُن کے بچہ کو جو چھٹی جماعت میں پڑھتا ہے۔ پرائیویٹ طور پر اس جماعت کی پڑھائی وہاں رہ کر کرا سکے۔ خواہشمند احباب اپنی اپنی درخواستیں ۱۰ ستمبر تک میرے دفتر میں بھجوا دیں۔ کم از کم جس تنخواہ پر وہ آنا چاہیں۔ اپنی درخواست میں ضرور لکھ دیا جائے

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

درخواست دعا

میرے والد صاحب حافظ سید محمد اسحاق صاحب انجنیر حیدرآباد دکن دو سال سے زیر ابتلا ہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ مولا کریم ان کو مشکلات سے نجات بخشے

سید محمد اسماعیل۔ حال وارد قادیان

دعائے مغفرت:۔ ۲۸ کو میری اہلیہ محترمہ اس دار فانی سے رحلت کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں ✤

بندہ عزیز احمد۔ احمدی اوکاڑہ

درسِ عمل

(از مولوی برکت علی صاحب لائق لدھانوی)

اٹھو بہادرو اب اللہ کا نام لے کر
اسلام کا جہاں میں قائم وقار کردو

سینچو تم آنسوؤں سے گلزار احمدی کو
پھر صرصرِ خزاں کو وقفِ بہار کردو

پچھلے پہر کے نالوں سے عرش کو ہلا دو
قطراتِ اشک کو پھر ابرِ بہار کردو

حق کے مقابلہ میں ٹھیرا کہاں ہے باطل
لے لے کے حق کے حربے باطل پہ وار کردو

کب تک رہیگی حق سے باطل کی جنگ آخر
ہاں حق کو دے کے عزت باطل کو خوار کردو

فتنہ جسے عدو نے باغِ شگفتہ جانا
ظالم کے حق میں اس کو پھر خارزار کردو

روشن کرو جہاں کو نورِ محمدی سے
ظلمات کے گریباں کو تار تار کردو

دنیا کے میکدہ میں ہر مست بادہ کش کو
مے پریت کی پلا کر الفت شعار کردو

مجبور قوم ہے اب احمد کے جاں نثارو
پھر شاہدِ تمنا سے ہمکنار کردو

تبلیغ حق سے قائم محمود غزنوی کی
اس سومنات عالم میں یادگار کردو

پی کر شرابِ عرفاں مستِ شباب ہو کر
بے ہوشیوں سے مستوں کو ہوشیار کردو

دل ہو کہ جان دونوں اسلام پر فدا ہوں
دل بھی نثار کردو۔ جاں بھی نثار کردو

بادِ نفاق نے ہے بوٹوں کو پھونک ڈالا۔
الفت کا دے کے پانی بار برگ و بار کردو

اللہ نہیں دلوں میں سونے پڑے ہوئے ہیں
ان اجڑی بستیوں کو باغ و بہار کردو

گرداب میں پھنسا ہے لائق جہاز قومی
ہمت کرو جوانو! بیڑے کو پار کردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مؤرخہ ۳۱ اگست ۱۹۲۸ء

نہرو کمیٹی کی رپورٹ اور مسلمان

ایک گذشتہ پرچہ میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی نے ہندوستان کا آئندہ دستور اساسی مرتب کر لیا ہے۔ اور اس کے متعلق اپنی رپورٹ شائع کر دی ہے۔ لیکن افسوس کہ ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی اور قومی پارٹی بھی ان اثرات اور فرقہ وارانہ ذہنیت سے مصئون نہ رہ سکی۔ جو اس وقت ہندوستان میں ہندو مہاسبھا نے پیدا کر رکھی ہے۔ اس رپورٹ کی ترتیب میں سب سے زیادہ اس امر کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو ملکی حقوق سے علیحدہ رکھا جائے۔ اور اس میں پورا زور مخلوط طریقہ انتخاب جاری کرنے پر صرف کیا گیا ہے اگرچہ مخلوط انتخاب کی خامیوں اور اس کے بد اثرات سے مسلمان اس درجہ آگاہ ہو چکے ہیں۔ کہ اس کے اختیار کرنے کے لئے وہ کسی صورت میں بھی تیار نہیں ہو سکتے لیکن نہرو کمیٹی کا مسلمانوں کو مخلوط انتخاب کے لئے رضامند کرنے کی کوشش کرنا اس کی ہندو نوازی کا ایک بین ثبوت ہے۔

آج تک ہندوؤں کی طرف سے جداگانہ انتخاب کی حمایت اس بنا پر ہوتی رہی ہے۔ کہ یہ ہندوستان کی متحدہ قومیت کے منافی ہے۔ اور مسلمان متعدد بار اور کئی ایک مثالوں سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہندوؤں کی یہ قوم پرستی محض مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق اور مطالبات سے محروم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہندوؤں کا طرز عمل اس پر گواہ ہے۔ کہ جہاں بھی ان کو مخلوط انتخاب سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملا۔ انھوں نے تمام قوم پرستی اور وطن دوستی کو خیرباد کہہ کر قابل سے قابل مسلمانوں کا انتخاب ناممکن بنا دیا۔ پس ان نظائر کی موجودگی میں نہرو کمیٹی کا ہندوستان میں مخلوط انتخاب کی ترویج کی سفارش کرنا یقیناً مسلم مفاد سے لاپرواہی ہے۔ جسے مسلمان کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

پھر اس سے بڑھکر یہ کہ پنجاب اور بنگال میں جہاں مسلمانوں کی آبادی باقی تمام اقوام کی مجموعی آبادی سے بھی زیادہ ہے۔ نشستوں کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ اگر ہندو کونسلوں کی جملہ نشستوں پر قابض ہو جائیں۔ جو ان جیسی مالدار صاحب رسوخ اور صاحب ثروت و دولت قوم کے لئے کوئی مشکل امر نہیں۔ تو مسلمان اس دستور کی بنا پر اپنی نمایاں اکثریت کے باوجود اس امر کے بھی مجاز نہ ہونگے۔ کہ اس خالص ہندو مجلس کے خلاف کوئی آواز بلند کر سکیں۔ یا کم از کم اس میں کسی تبدیلی کا مطالبہ کر سکیں

اس رپورٹ میں کمال مہربانی سے مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ

"پنجاب اور بنگال کی مختلف اقوام اپنی اپنی قوم کے نمائندوں کے حق میں رائے دیں گی۔ اور اس لئے کونسل میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگی"

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر مخلوط انتخاب کی ترویج کی ضرورت اور فائدہ ہی کیا ہے۔ اور کیوں جداگانہ انتخاب کو منظور نہیں کر لیا جاتا۔ آخر جب مخلوط انتخاب کے ہوتے ہوئے کمیٹی کو پورا پورا یقین ہے۔ کہ عملی طور پر جداگانہ انتخاب پر ہی عمل ہوگا۔ تو کیوں مسلمانوں کے مطالبہ کو منظور کر کے جداگانہ انتخاب کو قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہندو سمجھتے ہیں۔ جہاں ان کی اکثریت ہے۔ وہاں تو کثیر تعداد میں اپنے نمائندے منتخب کرنے میں انھیں کوئی دقت نہیں۔ لیکن جہاں ان کی قلت ہے۔ وہاں بھی مسلمانوں کے اکثر حصہ کو جوان کا دست نگر اور مقروض ہے۔ مجبور کر کے یا تو ہندوؤں کو منتخب کرا لیں گے۔ یا قابل اور لائق مسلمانوں کے مقابلہ میں جو اپنی قوم کا درد رکھتے ہونگے۔ ایسے مسلمانوں کو ووٹ دلا کر کامیاب کرا دیں گے۔ جو ہندو ممبروں کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کچھ نہ جانتے ہونگے۔

ہندو کس طرح مسلمانوں کو مجبور کر کے ان کے ووٹ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں۔ اسے ہم ایک مثال سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا۔ پنجاب کے ایک ضلع کا انتخاب ہوا جس میں ایک ہندو اور مسلمان کا مقابلہ تھا۔ مسلمانوں کے ووٹ زیادہ تھے۔ لیکن ایک ساہوکار کے یہ کہنے سے کہ اگر ووٹ فلاں ہندو کو نہ دیا۔ تو قرضہ فوراً ادا کرنے کا فکر کر لو۔ ورنہ نالش کر دی جائیگی مسلمان کے مقابلہ میں ہندو کامیاب ہو گیا۔

اس قسم کے واقعات جبکہ ہر جگہ ہو سکتے اور ہوتے ہیں۔ تو مسلمانوں کو کس طرح اطمینان ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ مخلوط انتخاب رائج کرنے سے وہ نقصان سے محفوظ رہ سکیں گے۔

اس رپورٹ میں سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرنے کی تجویز بھی ہے۔ لیکن اس کے لئے یہ شرط لگا دی گئی ہے۔ کہ

"ضروری اور مناسب مالی تحقیقات کے بعد سندھ کو علیحدہ صوبہ بنا دیا جائیگا"

جو لوگ ہندوؤں کی چالوں اور گہری پالیسیوں سے واقف ہیں۔ وہ خوب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ "ضروری اور مناسب تحقیقات" کا جملہ اپنے اندر کس قدر وسیع مطالب رکھتا ہے۔ اور وہ صرف اسی ایک جملہ میں اس تجویز کے انجام کی تصویر کو واضح طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی ایسی رعایت نہیں۔ جس پر بھول کر مسلمان ہندوؤں کی ہمدردی اور وطن پرستی کے قائل ہو کر ان کے ہمنوا ہو جائیں۔ باقی رہا صوبہ سرحد میں اصلاحات کا نفاذ۔ اگرچہ یہ اس صوبہ کے باشندوں کا نہایت واجبی مطالبہ ہے۔ اور گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ جلد سے جلد اسے منظور کرے۔ لیکن جہاں تک اس کے متعلق ہندوؤں کی رضامندی کا سوال ہے۔ ایک نہرو کمیٹی نہیں۔ اگر ہزار نہرو کمیٹیاں بھی اس کی سفارش کریں۔ تو ہندو مہاسبھا ہندوؤں کو اس پر کبھی رضامند نہیں ہونے دیگی۔ چنانچہ ابھی سے بھائی پرمانند نے اس کے خلاف ایجیٹیشن شروع کر دیا ہے۔ اور ایسوشی ایٹڈ پریس کے نمائندہ سے ہندو مہاسبھا کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔

"نہرو کمیٹی نے سفارش کی ہے۔ کہ سندھ کو علیحدہ اسلامی صوبہ بنا دیا جائے۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے۔ کیا مسلمانوں کی حرص و آز کو پورا کرنے کے لئے ایسا نہیں کیا گیا؟ مزید براں صوبہ سرحد میں انھیں وجوہ کی بنا پر اصلاحات کے نفاذ کی تائید کی گئی ہے۔ حالانکہ وہاں کی مسلمان آبادی ایسی متعصب بیان کی جاتی ہے۔ کہ وہ مذہبی اشتعال میں آکر کئی آدمیوں کو قتل کر دیتے ہیں" (بحوالہ انقلاب ۱۲ اگست)

ان حالات میں مسلمانوں کے لئے اپنے لئے کوئی صحیح راہ عمل تجویز کرنا کوئی مشکل نہیں۔ تمام واقعات ان کے سامنے ہیں مقام شکر ہے۔ کہ مسلمانوں کے ایک با اثر طبقہ نے نہرو کمیٹی کی رپورٹ کے نقصانات سے واقف ہو کر قوم کو اس سے علیحدہ رکھنے کے متعلق عملی جدوجہد شروع کر دی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو چاہئیے۔ ان کی سرگرمیوں کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے ان کی امداد کریں اور ان چند ایک لوگوں کے مغالطہ سے جو ہر حال میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے ذاتی فوائد کی خاطر مخلوط انتخاب کی تائید کر کے مسلمانوں کے گلے میں ہندوؤں کی غلامی کا جوا ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں محفوظ رہیں۔

آریہ سماج سے سماجی نوجوانوں کا تنفر

آریہ صاحبان جو غیر ممالک میں ویدک دھرم کے پرچار کے خواب دیکھا کرتے ہیں۔ ان کے اپنے گھر کی کیا حالت ہے۔ اس کا کسی قدر پتہ پروفیسر سری رام جی شرما ایم۔ اے کے اس مضمون سے لگ سکتا ہے۔ جو ۱۸۔ اگست کے آریہ گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ اور جس میں لکھا ہے۔

"جالندھر۔ ہوشیارپور۔ انبالہ۔ لدھیانہ۔ جہلم جتنے بھی بڑے بڑے شہر آریہ سماج کے گینڈر سمجھے جاتے ہیں۔ کسی جگہ بھی آریہ سماج کے سبھا سدوں اور ممبروں کی تعداد قابل فخر نہیں گنی

جا سکتی ہے۔ کہیں پچاس ممبر ہیں۔ تو کہیں اس تعداد نے سو سے تجاوز نہیں کیا۔"

"لیکن سب سے بڑی مشکل جو کئی جگہ پیش آ رہی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خصوصاً نوجوان آریہ سماج کی طرف کھچے چلے نہیں آ رہے"

"سب سے افسوسناک پہلو تو یہ ہے۔ کہ کئی بڑے بڑے آریہ سماجک گھرانوں کے نوجوان آریہ سماج کے پاس تک پھٹکنا گناہ سمجھتے ہیں۔"

وہ آریہ سماج جس میں ہندوؤں کے گھروں میں پلے ہوئے اور ہندو روایات اور اعتقادات کی فضا میں پرورش پانے والے نوجوانوں کے لئے کشش کی کوئی بات نہیں۔ اور جس کے پاس پھٹکنا نے تعلیم یافتہ ہندو نوجوان گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ غیر ہندوؤں میں جس قدر مقبول ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے۔ در اصل آریہ سماج کی بنیاد ہی ایسے اصول پر ہے۔ جو کسی روشن دماغ اور آزاد خیال نوجوان کو اپیل نہیں کر سکتے۔ اسی لئے آریہ گھرانوں کے نوجوان آریہ سماج سے دور بھاگ رہے ہیں۔

گاندھی جی اور آریہ سماج

آریہ صاحبان یوں تو گاندھی جی کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ انہیں دنیا کا سب سے بڑا مصلح اور کیا کیا کچھ قرار دینے تک سے دریغ نہیں کرتے۔ لیکن جب کبھی انہوں نے آریہ سماج کے متعلق کوئی بات کہی۔ آریہ سماجی ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور ان کے خلاف سخت کلامی تک اتر آئے۔

حال میں گاندھی جی نے برہمو سماج شتابدی احمد آباد کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"چونکہ آریہ سماج کی بنیاد وید بھگوان پر ہے۔ اس لئے آریہ سماج عدم رواداری کا مظہر ہو گیا ہے" (ملاپ ۲۳ ؍اگست)

بجائے اس کے آریہ صاحبان "مہاتما جی" کی اس رائے کی قدر کرتے حسب معمول ان کے خلاف طرح طرح کے ریمارکس کر رہے ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کہ فی الواقعہ وہ رواداری کی صفت سے محروم ہیں۔

گاندھی جی کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ "وید بھگوان" عدم رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس پر چل کر کسی میں رواداری نہیں پیدا ہو سکتی۔

یہ وید کے متعلق وید کے ماننے والوں میں سے ایک بہت بڑے شخص کی رائے ہے۔ جس کی ہر اس انسان کو قدر کرنا چاہیئے۔ جو ویدوں پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اور ایسی تعلیم سے جو جھگڑا و فساد پیدا کرنے کی تلقین کرتی ہو۔ بچنے کی کوشش کرنی ضروری ہے۔

اشارات

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی آج کل عام مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے طرح طرح کی جو کوششیں کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ ہم مسلمان کہلانے والوں کو مسلمان یقین کرتے ہیں۔ خواہ وہ ان کے عقائد کو غلط ہی کہیں۔

اگرچہ یہ لوگ پہلے خود لکھ چکے ہیں "اگر مذہب کی غرض خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے۔ تو اس غرض کو آج روئے زمین پر سلسلہ احمدیہ کے سوا اور کوئی پورا کرنے والا نہیں .... کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کو ماننے کے پیدا نہیں ہو سکتا"

اور اعلان کر چکے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے۔ کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی"

تاہم ان کا دعوےٰ ہے۔ کہ وہ لوگ جنہیں غیر احمدی کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان ہیں۔ لیکن کیسے مسلمان ہیں۔ اس کی حقیقت غیر مبایعین کے ایک مشہور مبلغ کے ذریعہ کیمل پور میں ظاہر ہوئی ہے۔

جامع مسجد کیمل پور کے خطیب مولوی علم الدین صاحب نے ۵ ؍اگست کے اخبار شہاب میں ایک مضمون شائع کرایا ہے۔ جس میں تحریر فرماتے ہیں۔ ۲۸ ؍جولائی مولوی عصمت اللہ صاحب لاہوری احمدی کیمل پور میں تشریف فرما ہوئے۔ بعد نماز عصر جامع مسجد کیمل پور کے دروازہ کے سامنے جلسہ منعقد ہوا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب نے فرمایا۔ میں ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین جانتا ہوں۔ اور آپ کے بعد مدعی نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبی مانے۔ اس کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ اس پر سوال کیا گیا۔ قادیانی جماعت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے۔ وہ بقول آپ کے دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔ حالانکہ وہ بھی کلمہ گو ہیں۔ اگرچہ یہ بڑا ٹیڑھا سوال تھا۔ لیکن مولوی عصمت اللہ صاحب نے اپنے امیر کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق اسے اس طرح حل کیا۔ کہ

"میں تو دیانند جی مہاراج کو بھی مسلمان سمجھتا ہوں" جب آپ سے کہا گیا۔ کہ انہوں نے تو اسلام کا رد لکھا ہے۔ قرآن کو جھوٹا کہا ہے اور حضور علیہ السلام کو برے لفظوں میں یاد کیا ہے۔ وہ کیسے مسلمان ہوئے۔ تو آپ نے اپنی غلطی کا اقرار کرنے کی بجائے ان کو سینہ زوری سے مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور فرمایا۔ کہ وہ موحد تھے"

مسلمانوں کو مولوی عصمت اللہ صاحب کا شاکر ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اس راز کا انکشاف کر دیا۔ جو غیر مبایعین کے انہیں مسلمان کہنے میں تھا۔ اور بتا دیا کہ ان کے نزدیک پنڈت دیانند جی اور دوسرے مسلمانوں کا اسلام ایک ہی ہے۔ کیا مسلمان پنڈت دیانند کے سے مسلمان کہلانا پسند کریں گے؟

غیر احمدیوں کو پنڈت دیانند جیسے مسلمان زبانی ہی قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ اپنے عمل سے بھی اس کا ثبوت بہم پہنچایا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"جب نماز مغرب کے لئے اذان ہوئی۔ تو مولوی عصمت اللہ صاحب معہ حواریوں کے اپنی دھواں دھار تقریر اتحاد کو طاق نسیان میں رکھ کر مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لوگوں نے بہت کہا۔ کہ مولوی صاحب جماعت سے نماز پڑھئے۔ ابھی آپ ہمارے بھائی بن رہے تھے۔ اور ابھی آپ ہم کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ تو آپ نے یہ مہمل عذر پیش کیا۔ کہ تم ہم کو کافر کہتے ہو۔ اس لئے ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ آپ تو ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور مسلمان بھی دل سے۔ اور مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ تو پھر آپ کیوں ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ مولوی صاحب کو اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ اور بھاگتے ہی بن آئی"

اگر غیر مبایعین غیر احمدیوں کو فی الواقعہ مسلمان سمجھیں تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ انہیں ایسا ہی مسلمان سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے نزدیک پنڈت دیانند مسلمان تھا۔ اس لئے ان میں سے کسی کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز قرار نہیں دیتے۔

مولوی ظفر علی صاحب کو جب مصر سے نکل جانے کا حکم سنایا گیا۔ تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ اب نکلنا تو پڑے گا ہی۔ کیوں نہ اپنی تیس مار خانی کا مظاہرہ کرتے جائیں چمک کر کہا۔

"میں اس قسم کے طرز خطاب کا عادی نہیں ہوں"

معلوم ہوتا ہے۔ مصری افسر نے نہایت ہی خاش گفتاری سے کام لیا۔ ورنہ مولوی صاحب موصوف لاہور اپنے مکان میں بیٹھ کر علماء کی ایک بہت بڑی جماعت سے جو کچھ سن چکے اور پھر کراچی میں علاوہ سننے کے جو کچھ برداشت کر چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ کس طرح کہہ سکتے تھے۔ میں اس قسم کے طرز خطاب کا عادی نہیں ہوں۔ اگر ضرورت ہوئی۔ تو لاہور اور کراچی کے واقعات تفصیل سے بیان کر دئے جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

روحانی اور جسمانی پانی

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۰ر اگست ۱۹۲۶ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مومن انسان کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ہر چیز سے نصیحت حاصل کرتا ہے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کے لئے حکمت کا موجب ہوتی ہے اور بڑی سے بڑی چیز بھی اسے سبق سکھاتی ہے۔ جہاں کفار اور منکرین دین الٰہی یا وہ لوگ جن کے دلوں پر زنگ لگے ہوتے ہیں۔ بڑے سے بڑے نشانات دیکھتے اور کہتے ہیں۔ ہمیں کوئی نشان نظر نہیں آتا وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھنے والے اور اس کی معرفت کے کسی نہ کسی مقام پر پہنچنے والے چھوٹی سے چھوٹی چیز میں بھی

خدا تعالیٰ کی شان

اور اس کا جلال دیکھتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ کے بعد بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ صحابہ بھی آپ کے پاس تھے۔ دیکھا گیا۔ کہ

ایک عورت میدان جنگ میں

آئی ہے۔ اس نے ایک بچہ کو اٹھایا۔ چھاتی سے لگا کر چھوڑ دیا۔ اور آگے چلدی۔ پھر دوسرا بچہ جو اسے نظر آیا۔ اسے اٹھا لیا۔ اور چھاتی سے لگا کر چھوڑ دیا۔ اور آگے چلی گئی۔ کئی دفعہ اس نے اسی طرح کیا۔ حتیٰ کہ ایک بچہ اسے نظر آیا۔ اسے اس نے اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور پھر آرام سے ایک جگہ بیٹھ گئی۔ دراصل اس کا بچہ کھویا گیا تھا۔ وہ اپنے

بچہ کی محبت

کی وجہ سے جو بچہ دیکھتی اسے اٹھا لیتی۔ اور پیار کرتی۔ چونکہ وہ اس کا اپنا بچہ نہ ہوتا۔ اس لئے چھوڑ دیتی۔ اور اپنے بچہ کی تلاش شروع کر دیتی۔ یہاں تک کہ اسے اپنا بچہ مل گیا۔ اور وہ اسے لے کر آرام سے بیٹھ گئی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تم نے اس عورت کو دیکھا۔ کس بے تابی سے اپنے بچہ کو تلاش کر رہی تھی۔ اب جس طرح اس کا دل اپنے بچہ کو پا کر مطمئن ہو گیا ہے بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس وقت خوش ہوتا ہے۔ جب اس کا کوئی گمراہ بندہ اس کی طرف آجاتا ہے۔

اس وقت وہاں کئی لوگ بیٹھے تھے۔ کئی نے تو اس عورت کی طرف دیکھا بھی نہ ہوگا۔ کسی ایک نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ کوئی پاگل عورت ہے۔ جو ایک بچہ کو اٹھاتی اور پھر چھوڑ دیتی ہے۔ اور آگے چل پڑتی ہے۔ پھر دوسرے بچہ کو اٹھا لیتی ہے۔ کسی ایک نے زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا ہوگا۔ کہ اس کا بچہ کھویا گیا تھا۔ اس کی تلاش کر رہی تھی۔ اور جب وہ مل گیا۔ تو اسے لیکر آرام سے بیٹھ گئی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر بہت اونچی گئی۔ آپ نے اس واقعہ سے

خدا تعالیٰ کی محبت

کا ثبوت دیا۔ اور بتایا کہ مومن کو چاہئیے۔ ہر بات سے فائدہ اٹھائے اور غور کر کے نصیحت حاصل کرے۔

ابھی پچھلے دنوں ہمارے ملک میں

بارش کی کمی

کی وجہ سے کتنی گھبراہٹ تھی۔ اور اب بھی ہے۔ کیونکہ تاحال اس حد تک بارش نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہئیے۔ جسے دیکھو آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور زبان حال سے بارش کے لئے التجا کر رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانی نہ اتارا جائے۔ تو موت نہایت بھیانک صورت میں لوگوں کے سامنے آجاتی ہے۔ مختلف علاقوں سے خبریں آرہی ہیں۔ کہ لوگ بارش کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ اور کثرت سے خطوط آرہے ہیں۔ کہ بارش برسنے کے لئے دعا کی جائے۔ یہ سب کچھ کیوں کیا جا رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ ایک روٹی گیہوں یا جوار یا باجرہ کی یا چاولوں کی تھالی سے انسان محروم نہ ہو جائیں۔ مگر کیا کام ہے جو انسان اس دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ کچھ عرصہ کھاتا پیتا پہنتا اور دنیا سے چلا جاتا ہے۔ پھر وہ کیا چیز ہے۔ جس کے حصول کے لئے اتنی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر قحط پڑ جائے۔ تو کیا ہو۔ یہی کہ لوگ بھوکے مریں گے۔ مگر وہ کام کیا کر رہے ہیں۔ جس کے نہ کرنے سے دنیا کو نقصان پہنچ جائیگا۔ مگر باوجود اس کے کہ ان کی جانیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ باوجود اس کے کہ وہ کچھ نشان چھوڑنے والے نہیں۔ مگر محض اس لئے کہ ان کی جانیں ہیں۔ اور وہ عارضی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے عزیز اور رشتہ دار ان سے جدا تو ہوں گے۔ مگر اس لئے کہ کچھ دن پہلے جدا نہ ہوں۔ وہ اس قدر بے تابی اور بے قراری کا اظہار کر رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ جسمانی پانی اگر چند دن یا چند ہفتے یا چند مہینے دیر سے آئے۔ تو سب لوگ گھبرا جاتے ہیں مگر

روحانی پانی

نہیں آتا۔ تو اس کی پروا بھی نہیں کرتے۔

پھر کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ جسمانی پانی کم عرصہ کے لئے رک جائے۔ تو لوگ ہر جگہ اکٹھے ہو ہو کر اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اور پانی اتارے۔ دعاؤں کے لئے خطوط لکھتے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ روحانی پانی اتارتا ہے تو لوگ اسے قبول نہیں کرتے۔ اور اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ کیا حقیقت ہے جسمانی پانی کی۔ اس روحانی پانی کے مقابلہ میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ خدا کے کلام سے بارش کے چھینٹوں کو نسبت ہی کیا ہے۔ لیکن جب بارش کا چھینٹا نہیں پڑتا تو دعائیں کرتے ہیں۔ کہ الٰہی بارش اتار۔ لیکن جب

خدا تعالیٰ کا کلام

آجاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ ہم اسے نہیں مانتے۔ ایک ہفتہ نہیں۔ دو ہفتہ نہیں۔ سال نہیں۔ دو سال نہیں۔ تین صدیاں گذر جاتی ہیں۔ جسے فیج اعوج یعنی

روحانی قحط کا زمانہ

کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ بادل آتا ہے۔ جس سے روحانی دنیا کی سرسبزی اور شادابی وابستہ ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ دنیا اس پر خوش ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتی۔ اس بارش کے ہونے پر الٹی ناراض ہو کر اپنے کھیتوں سے اس کے پانی کو باہر نکالتی ہے۔ کیا یہ اس بات کی علامت نہیں۔ کہ ان کے دل مر چکے ہیں۔ اور خدا کی محبت ان میں سے نکل چکی ہے۔ کیونکہ وہ کلام الٰہی کے آنے پر بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس کے لئے دعائیں مانگنا تو الگ رہا۔ اسے روکنے کی کوشش کرتے اور اس کے متعلق ہنسی اور تمسخر کرتے ہیں۔ انہیں اپنی کثرت اور زیادتی پر گھمنڈ ہے۔ اور یہ نہیں جانتے۔ کہ کثرت پر گھمنڈ کرنے والے قلیل بن جایا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ تھوڑوں کو بہت اور بہتوں کو تھوڑے بنا دیتا ہے۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ خدا کے فضل کا انکار کتنا بڑا عذاب بن جاتا ہے۔ اگر ایک ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے غلہ نہ پیدا ہو۔ تو دوسرے ملک سے آجاتا ہے۔ لیکن

روحانی بارش

کے لئے تو اور کوئی جگہ نہیں۔ ایک دفعہ ہندوستان میں قحط پڑا تو امریکہ سے غلے آئے۔ مگر روحانی قحط کے وقت کہاں سے کوئی روحانیت لا سکتا ہے۔ روحانی غذا آسمان پر ہی پیدا ہوتی اور وہاں سے ہی نازل ہوتی ہے۔ اگر وہاں سے نہ اترے۔ تو کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ پس یہ

رونے کا مقام

ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں پر اتنا زنگ لگ گیا ہے۔ کہ وہ اپنے فائدہ کی چیز سے بھاگتے۔ اور ناراض ہوتے ہیں۔

اس کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ کہ

ہماری جماعت کے لوگ

جنہوں نے خدا تعالےٰ کے روحانی پانی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ دعائیں کریں۔ کہ خدا تعالےٰ ہمارے دوسرے بھائیوں کے دل بھی کھول دے۔ اور وہ اس ابر کرم کے نیچے آجائیں۔ جو خدا تعالیٰ نے روحانیت کو زندہ کرنے کے لئے نازل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری جماعت کے لوگوں کا یہ بھی کام ہے۔ کہ

تبلیغ بھی کریں

فذکر ان نفعت الذکریٰ نصیحت کرو نصیحت کرو۔ کیونکہ ہمیشہ نصیحت کرنے میں فائدہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے یہ بھی دعا کی تھی۔ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔ کیونکہ

دلوں کا کھولنا

کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ دلوں کو خدا ہی کھول سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عرب آیا یہ لوگ چونکہ عام طور پر سوالی ہوتے ہیں۔ وہ جب کچھ دنوں کے بعد یہاں سے جانے لگا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے کرایہ کے طور پر اسے کچھ دیا۔ مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا میں نے سنا تھا آپ نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے آیا تھا۔ کچھ لینے کے لئے نہ آیا تھا۔ چونکہ یہ ایک نئی بات تھی۔ کیونکہ اس علاقہ کا شائد اب تک بھی کوئی ایسا شخص نہیں آیا۔ جو سوالی نہ ہو۔ اس بات کو دیکھکر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ آپ کچھ دن اور ٹھہر جائیں وہ ٹھہر گیا۔ اور بعض لوگوں کو آپ نے مقرر کیا۔ کہ اسے تبلیغ کریں کئی دن تک اس سے گفتگو ہوتی رہی۔ مگر اسے کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر تبلیغ کرنے والے دوستوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا۔ یہ بڑا جوشیلا ہے۔ سوالی لوگوں کی طرح نہیں۔ اسے صداقت کی تڑپ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے لئے دعا کی جائے۔ آپ نے دعا کی۔ اور آپ کو بتایا گیا۔ اسے ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ خدا کی قدرت اسی رات اسے کسی بات سے ایسا اثر ہوا۔ کہ صبح اس نے بیعت کر لی۔ اور پھر چلا گیا۔ حج کے موقعہ پر مجھے بتایا گیا۔ کہ کئی قافلوں کو اس نے تبلیغ کی۔ ایک قافلہ والے اسے مار مار کر بے ہوش کر دیتے تو ہوش آنے پر اٹھکر دوسرے قافلہ کے پاس چلا جاتا۔ اور تبلیغ کرتا۔ تو بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہی جب سینے کھولے۔ تو کھلتے ہیں

ہماری ترقی کام کے مقابلہ میں

بہت محدود ہے۔ اور اس وقت تک محدود ہی رہیگی جب تک ہم میں سے ہر ایک کو تبلیغ کے لئے وہ جنون نہیں پیدا ہوتا جس سے دنیا کا فتح ہونا وابستہ ہے۔ ایک آگ لگی ہوتی چاہیئے۔ اور لوگوں کے ہدایت پا جانے کے متعلق تڑپ ہونی چاہیئے جس سے وہ محسوس کریں۔ کہ ہمارے دلوں میں ان کیلئے درد ہے اللہ تعالےٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری باتوں میں اثر ڈالے۔ اور ہمارے گم شدہ بھائیوں کو ہم سے ملائے۔

مولوی محمد علی صاحب کا ایک ضروری اعلان

اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مولوی محمد علی صاحب نے ڈلہوزی سے یکم اگست کو ”ایک ضروری اعلان“ شائع کیا ہے۔ جس کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

”میں نے ۱۹۱۴ء میں قادیان کو محض اس لئے چھوڑا۔ کہ وہاں سے بجائے اتحاد اسلام کے وعظ کے میاں صاحب نے مسلمانوں کی تکفیر کا وعظ شروع کیا۔ یہ بحث ۱۹۱۴ء سے بھی پہلے حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی زندگی میں ہی شروع ہو چکی تھی۔ اور انہوں نے اپنے آخری ایام میں مجھے یہ خدمت بھی سپرد کی کہ میں اس امر کی تردید کروں۔ کہ کلمہ گو کسی حالت میں کافر بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی گئی کہ سب کلمہ گو مسلمان ہیں.. میں صرف ان اسلام میں فتنہ پیدا کرنے والوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ جو کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیں۔ جیسے اس زمانہ کے بہت سے علماء کی حالت ہے۔ یا جیسے خود میاں محمود احمد صاحب قادیانی اور ان کے بعض مرید ہیں۔“

مولوی صاحب نے اس عبارت میں بتایا ہے۔ کہ انہوں نے قادیان کو ۱۹۱۴ء میں محض وعظ تکفیر کیوجہ سے چھوڑا۔ حالانکہ وہ خود تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ یہ بات اس سے عرصہ پیشتر پیدا ہو چکی تھی۔ اگر مولوی صاحب کا یہ بیان درست ہے تو انہیں اس ارض مقدسہ کو کئی سال قبل خیرباد کہدینا چاہیئے تھا۔ نیز پھر یہ بھی ضروری تھا۔ کہ وہ ایسی جگہ ”ہجرت“ فرماتے جہاں سے صدائے تکفیر بلند نہ ہوتی۔ لیکن افسوس کہ وہ قادیان کو چھوڑکر لاہور جیسے منبع تکفیر شہر میں جاگزیں ہوئے۔ بئس للظٰلمین بدلا۔ اس صورت میں مولوی صاحب کا بیان ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ بلکہ سراسر مغالطہ ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی جناب نے صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ انہیں یہ خدمت آپ کے سپرد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ خود یہ اعلان نہ فرما سکتے تھے؟ مولوی صاحب نے اپنی پارٹی کی بنیاد ”سب کلمہ گو مسلمان ہیں“ پر قرار دی ہے۔ اور آپ اس بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کہ ”کلمہ گو کسی حالت میں کافر بھی قرار دیا جا سکتا ہی“ بلا شبہ کلمہ گو ہونا اسے کافر نہیں بناتا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کلمہ گو کسے کہتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ جو منہ سے کلمہ لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے۔ تو کیا باقی نبیوں کا منکر۔ فرشتوں، اور قیامت وغیرہ کا منکر ”مسلمان“ ہو سکتا ہے؟ اور اگر کلمہ گو سے مراد احکام الٰہی اور احکام نبوی کا متبع ہے تو بے شک، وہ کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو لوگ کلمہ گو کہلاتے ہوئے اپنے اندر وجہ کفر پیدا کریں۔ ان کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے

”میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں“ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۶۵)

پھر حضور ”وجہ کفر“ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

۱۔ ”یہ عجیب بات ہے۔ کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔.... اور اگر میں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پر پڑیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

۲۔ ”شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔ اور کفر دو قسم پر ہے۔ اول ایک یہہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوم:۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

ان عبارتوں کی موجودگی میں مولوی صاحب کا اس امر کی تردید کرنا کہ ”کلمہ گو کسی حالت میں کافر بھی قرار دیا جا سکتا ہے“ کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے؟ اور پھر عجیب تر یہ کہ اس پر ہی ”جماعت احمدیہ لاہور“ کی بنیاد قرار دی گئی ہے۔ سچ ہے ؂

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

نماز کے متعلق مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ ”جو کلمہ گوؤں

کو کافر قرار دیں؟" میں صرف ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ مجھے اس سے بحث نہیں۔ کہ وہ کون ہیں۔ یا کون نہیں۔ بلکہ میں صرف مولوی صاحب کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ اس سے زیادہ کے متعلق ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے:-

"خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ الخ" (اربعین حاشیہ ۳ صفحہ ۲۸)

اس میں حضرت اقدس نے بتلایا ہے۔ کہ دعوائے اسلام کرنے والے فرقوں کو مذہب کے معاملہ میں ترک کرنا پڑیگا۔ اور وہ اس طرح کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ مگر مولوی صاحب صرف مکفر پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض؟

کیا مولوی صاحب یا ان کے رفقار بتا سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان صریح ارشادات کی مخالفت کر کے وہ حق رکھتے ہیں۔ کہ احمدی کہلائیں؟ حضورؑ نے فرمایا ہے "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھیراتا ہے۔ اور ہر یک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے"۔

خاکسار اللہ دتا جالندھری مولوی فاضل قادیان

بجٹ فارم ۲۹-۱۹۲۸ء

جماعتوں کے بجٹ فارم ۲۹-۱۹۲۸ء مکمل ہو کر آ رہے ہیں۔ جن جماعتوں نے اپنے یہ فارم اس وقت تک نہیں بھیجے۔ ان سے تاکیدی گذارش کی جاتی ہے۔ کہ جلد سے جلد ارسال فرمائیں۔

دفتر نظارت بیت المال میں جماعت کٹک کا فارم پہونچا ہے۔ جس میں دو خصوصیتیں قابل ذکر ہیں۔ اول جسقدر جماعت کٹک کے دوست ہیں۔ ان کا چندہ عام سب کا ایک روپیہ کی شرح سے درج کیا گیا ہے۔ اور اسی شرح کے مطابق سید محمد زاہد صاحب سیکرٹری مال کوشش اور سعی سے لے کر باقاعدہ ارسال کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ فارم میں مستورات کا چندہ بھی دکھایا گیا ہے۔ مستورات سے چندہ لینا نہایت ضروری ہے چاہیئے کہ فارم کی تکمیل کرتے وقت مستورات کا چندہ بھی درج کیا جائے۔ خواہ اس کی مقدار تھوڑی ہی ہو۔

جماعت کانپور۔ یو۔ پی کا فارم بھی مل گیا ہے۔ اس میں اکثر دوستوں کے وعدے باشرح ہیں۔ اور خصوصیت سے قابل ذکر بات یہ ہے۔ کہ اس میں بھی مستورات کا چندہ دکھایا گیا ہے۔ سکرٹری مال صوفی محمد عثمان صاحب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ عبد المغنی ناظر بیت المال قادیان

مولوی محمد علی صاحب اور مسئلہ نبوت

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں اس رسالہ میں لکھا تھا۔

(۱) "خدا تعالیٰ کا قانون مستمرہ اور سنت جاریہ جو صحیح مذہبی تاریخ سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح واقع ہوئے ہیں۔ کہ جب کبھی دنیا میں سخت ایمانی ضعف چھا جاتا ہے۔ اور دنیا کے مذہبوں میں ایسی طاقت و تاثیر اور قوت جذب اور اعجاز و معجزہ نمائی اور زور دار براہین نہیں رہتیں۔ تو اس وقت خدا تعالیٰ کمال فضل اور رحم سے کسی نبی کو مبعوث فرماتا ہے۔ کہ جس کے خیر مقدم سے مذہب حقہ میں نئی زندگی کی رُوح نفوذ پاتی ہے۔ اور مرجھائے ہوئے نخل ایمان پھر تر و تازہ ہو جاتے ہیں"

(۲) "اسی قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں کے اندر مختلف ممالک میں انبیاء نازل فرماتا رہا ہے"

(۳) "پھر جب مسیحؑ سے چھ سو برس بعد عیسائی دین پر اسی قسم کی موت وارد ہوئی۔ جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ تو اس وقت خدا نے حضرت سرور کائنات خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا"

(۴) "پھر اسی قانون اور تمام پیشگوئیوں کے مطابق جو قریباً ہر مذہب میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے مسیح موعودؑ کو قادیان میں نازل فرمایا ہے۔ جن کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہے" (ریویو آف ریلیجنز اُردو جلد ۶۔ نمبر ۵ صفحہ ۱۹۶)

اس تحریر میں آپ نے خدا تعالیٰ کے قانون اور سنت کا ذکر کیا ہے۔ جو بعثت انبیاء کے متعلق ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے اس قانون کے مطابق آنے والے تمام انبیاء کا اس تفصیل اور تقسیم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ کل زمانہ بعثت انبیاء کو آپ نے تین حصوں پر منقسم کیا ہے۔ پہلا حصہ۔ حضرت مسیحؑ کے عہد تک کا جس میں مختلف وقتوں میں مختلف ممالک میں انبیاء آتے رہے ہیں دوسرا حصہ۔ حضرت مسیحؑ کے عہد کے بعد سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد تک کا چھ سو برس کا زمانہ جس کے متعلق آپ نے بتایا ہے۔ کہ اس میں صرف ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپ کے سوا اور کوئی نبی اس میں مبعوث نہیں ہوا۔ اور تیسرا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد سے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعید تک کا تیرہ سو برس کا جس کے متعلق آپ نے یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ اس میں بھی صرف ایک یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ آپ کے سوا اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

اب اس کے متعلق میں آپ سے دریافت کرتا ہوں:-

(۱) یہ قانون آپ نے جن انبیاء کی بعثت کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ ان سے آپ کی مراد وہ انبیاء ہیں۔ جو شرعی اصطلاح کی رو سے نبی کہلا سکتے ہیں۔ یا بقول آپ کے وہ انبیاء (یا بلفظ دیگر محدثین) جو صرف مجازاً نبی کہلا سکتے ہیں۔ یا بقول آپ کے وہ انبیاء جو لفظ نبی کے لغوی معنی کے رو سے نبی کہلا سکتے ہیں۔ جن میں اوپر کی دونوں قسموں کے انبیاء داخل ہیں۔

(۲) اگر ان انبیاء سے آپ کی مراد شرعی اصطلاح کی رُو سے انبیاء ہیں۔ تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے نزدیک شرعی اصطلاح کے رُو سے نبی ہیں؟ اور اگر حضرت مسیح موعودؑ شرعی اصطلاح کے رو سے نبی نہیں۔ تو آپ نے آپ کی بعثت کو اس قانون کے نیچے کیوں رکھا ہے۔ جو مخصوص طور پر ان انبیاء کی بعثت کے متعلق ہے۔ جو شرعی اصطلاح کے رُو سے نبی ہیں۔

(۳) اور اگر ان انبیاء سے آپ کی مراد مجازی معنوں میں انبیاء ہیں۔ جو شرعی اصطلاح کے رو سے نبی نہیں کہلا سکتے۔ تو کیا آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیاء شرعی اصطلاح کے رو سے نبی نہیں کہلا سکتے؟ اور اگر کہلا سکتے ہیں۔ تو ان کو اس قانون کے ماتحت آپ نے کیوں رکھا۔ جو مجازی انبیاء کے متعلق ہے۔

(۴) اور اگر ان انبیاء سے آپ کی مراد لغوی معنوں کے رو سے نبی کہلا سکنے والے لوگ ہیں۔ تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے قبل کے چھ سو سال کے عرصہ میں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک کے تیرہ سو سال کے عرصہ میں آپ کے نزدیک کوئی مجازی نبی کہلا سکنے والا یعنی مجدد و محدث قطعاً کوئی بھی نہیں آیا؟

کیا امید کی جائے۔ کہ آپ ان باتوں کا کوئی جواب دینگے؟

خاکسار محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ

ایک روپے میں ۲۰ الفضل

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا مضمون بعنوان "مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک غیر احمدی ختم نبوت کے منکر ہیں" ۳ اگست کے الفضل میں ۵ صفحوں پر چھپا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ یہ الفضل ہر ایک احمدی جماعت اپنے مقام اور اس کے گرد و جوار میں کثرت سے شائع کرے۔ تاکہ ہمارے متعلق غیر مبائعین کی طرف سے جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں۔ دور ہوں اور حقیقت حال کھلے۔ آپ کو جس قدر کاپیاں مطلوب ہیں ہم سے منگوا لیں۔ ایک روپیہ میں ۲۰ پرچے دئے جائینگے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔ اس سے کم مطلوب ہیں۔ تو ۱ نی پرچہ معہ محصولڈاک قیمت ہے۔ جلد منگوا لیجئے ایسا نہ ہو۔ کہ پرچہ ختم ہو جائے۔

مینجر الفضل قادیان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی

از محترمہ زکیہ خاتون صاحبہ مونگھیر

(۲)

اللہ تعالیٰ سے آپ کا تعلق

اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا تعلق اتنا گہرا تھا۔ کہ آپ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہوتے۔ ہر وقت اور ہر کام میں خدا تعالیٰ کی ذات ہی آپ کے پیش نظر رہتی۔ آپ سوتے۔ تو خدا کو ہی یاد کرتے ہوئے۔ اور جاگتے تو اسی کی یاد کے ساتھ۔ اُٹھتے بیٹھتے اور کھانے پینے کے وقت بھی آپ خدا ہی کو یاد کرتے۔ گھر میں داخل ہونے اور گھر سے باہر جانے کے وقت۔ سفر پر جانے اور سفر سے واپس آنے کے وقت۔ پہاڑیوں اور ٹیلوں پر چڑھتے اترتے ہوئے خدا تعالیٰ کا ہی نام آپ کی زبان پر ہوتا۔ ہر چھوٹا اور بڑا کام آپ خدا کا نام لیتے ہوئے اور اسی سے بھلائی اور بہتری چاہتے ہوئے شروع کرتے اور اس کے انجام پانے پر خدا کا شکر ادا کرتے۔ رنج کے موقعہ پر بھی خدا کا ہی ذکر آپ کے لئے باعث تسکین ہوتا۔ اور خوشی کے موقعہ پر بھی اسی کی یاد باعث راحت تھی۔ ایک عیسائی مصنف آپ کے متعلق لکھتا ہے:۔

"اس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ اور جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا دست قدرت نظر آتا تھا۔ اور بادل کی گرج اور پانی کی آواز۔ پرندوں کے نغمۂ حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے"۔

عبادت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سب سے زیادہ راحت بخش کام اللہ تعالیٰ کی عبادت تھی۔ اور اس سے آپ کو حد درجہ شوق تھا۔ آپ نے فرمایا قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ جب حضرت بلالؓ کو اذان دینے کے لئے کہتے۔ تو فرماتے ارحنا یا بلال۔ اے بلال مجھے راحت پہونچا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ذکر سے آپ کو راحت حاصل ہوتی تھی۔ آپ روزانہ پانچ وقت کی عبادت کے علاوہ جو سب مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے۔ رات کے وقت تنہائی میں اس ذوق وشوق کے ساتھ اور اتنی دیر تک خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ کہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں پر ورم ہو جاتا۔ پھر روزے بھی کثرت سے رکھا کرتے۔ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں آپ اکثر روزہ رکھتے تھے۔ اس کثرت سے آپ عبادت کرتے تھے کہ لوگ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس قدر عبادت اور مجاہدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا "کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں"۔ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور شکر گذاری کا جو جذبہ موجزن تھا۔ اس جواب سے اس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ عبادت کرتے تھے۔ اور اس کثرت سے کرتے تھے۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ دن بھر آپ اہم فرائض نبوت کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد رات کو اس کثرت سے عبادت کرنا دیکھنے والوں کو تکلیف دیتا تھا۔ لوگ چاہتے تھے۔ کہ آپ کچھ آرام بھی فرمائیں مگر آپ کی خدا تعالیٰ سے محبت اس سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ آپ اس کے احسانات کو دیکھتے تھے اور شکر گذاری میں مشغول ہو جاتے تھے جس کثرت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ کسی دوسرے انسان کی زندگی میں اس کی نظیر نہیں ملیگی اللہ تعالیٰ کے عبادت گذار بندے بہت گزرے ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اس خصوصیت میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتی ہے۔

اللہ پر بھروسہ

اللہ تعالیٰ پر آپ کا ایمان اور اس کی ذات پر بھروسہ اس قدر زبردست تھا۔ کہ نہ تو دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت آپ کے قدم کو ذرا جنبش دے سکتی۔ اور نہ دنیا کی کوئی دلکش سے دلکش چیز آپ کو اپنی جگہ سے بال برابر ہٹا سکتی۔ حق بات بیان کرنے میں آپ تکلیف ومصیبت کی کوئی پروا نہ کرتے۔

خشیت اللہ

جس طرح آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے خوف بھی آپ کے دل میں بہت تھا۔ جب آپ کسی ایسی جگہ سے گذرتے جہاں کسی قوم پر خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ تو وہاں سے بہت جلدی گذر جاتے۔ نہ وہاں ٹھیرتے۔ نہ وہاں کا پانی پیتے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ایک مقام پر اُترے آپ نے صحابہ کو حکم دیا۔ کہ اس کوئیں سے پانی نہ پیئیں۔ اور نہ پانی بھریں۔ یہ حکم سنکر صحابہ نے جواب دیا۔ کہ ہم نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے۔ اور پانی بھر لیا ہے۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ اس آٹے کو پھینک دو اور اس پانی کو بہا دو"۔

نہ صرف آپ ان کاموں سے پورے طور پر محفوظ تھے۔ اور دوسرے لوگوں کو ایسے کاموں سے روکتے تھے۔ کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف ہو۔ بلکہ آپ ایسی جگہوں میں ٹھیرنا بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ جہاں کسی قوم پر عذاب آچکا ہو۔ اور ان واقعات کی یاد۔ اس جگہ بسنے والوں کے ان بُرے افعال کا تصور جن کی وجہ سے ان پر خُدا کا عذاب نازل ہوا۔ اور ان کو ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا آپ پر اس قدر خُدا کا خوف طاری کرتا۔ کہ آپ وہاں کا پانی تک پینا مکروہ سمجھتے۔

باوجود اس کے کہ آپ کی نیکی اور پاکیزگی۔ خدا ترسی اور عبادت گذاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ کہ اس کی نظیر کسی فرد بشر میں نہیں ملسکتی پھر بھی آپ نے فرمایا "خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ باوجود اس کے کہ میں خدا کا رسُول ہوں۔ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا"۔

اسی طرح آپ کے ایک صحابی فرماتے ہیں:۔ میں نے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دفعہ یہ فرماتے سنا۔ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کریگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ بھی اپنے اعمال کے زور سے جنت میں داخل نہ ہونگے۔ آپ نے جواب میں فرمایا "میں بھی اپنے اعمال کے زور سے جنت میں داخل نہ ہونگا بلکہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت مجھے ڈھانپ لے گی۔ تو میں جنت میں داخل ہونگا"۔

حدود اللہ کے لئے غیرت

اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے قائم کرنے میں آپ امیر اور غریب میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ جو شخص بھی خدا تعالیٰ کے احکام کو توڑتا اس کو خدا کے حکم کے مطابق سزا دیتے۔ خواہ وُہ امیر ہو۔ یا غریب۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ کسی کی بڑائی اس کو سزا سے بچا نہیں سکتی تھی۔ چنانچہ ایک معزز خاندان کی عورت نے چوری کی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اسلامی شریعت میں چوری کی سزا یہی ہے۔ ایک معزز عورت کے حق میں ایسا حکم کچھ لوگوں پر گراں گذرا۔ اور لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید کو جنھیں آنحضرت صلعم بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا۔ جب حضرت اسامہ نے سفارش کی تو آپ نے فرمایا "تو اللہ کی حد میں سفارش کرتا ہے"! اتنا فرما کر آپ کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا "اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے۔ کہ جب ان میں کوئی بڑا چوری کرتا۔ تو اس کو چھوڑ دیتے۔ اور غریب چوری کرتا۔ تو اس کو حد مارتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی بھی چوری کرے۔ تو بے شک میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں"!

ناظر دعوت وتبلیغ کا ضروری ارشاد

الفضل کا خاتم النبیین نمبر

۱۷۔ جون کے جلسوں کی مبارک تحریک جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی طرف سے کیگئی تھی۔ خدا کے فضل ورحم سے نہائت کامیاب ہوئی۔ اور اب جو فضا پیدا ہو گئی ہے۔ احباب کو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس موقعہ پر الفضل کا خاتم النبیین نمبر شائع کیا گیا تھا جسمیں فضائل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہائت مفید اور علمی مضامین درج ہیں۔ مردوں کے مضامین بھی ہیں۔ اور خواتین کے بھی۔

میں جماعت احمدیہ کے ہر ایک امیر۔ سکرٹری صاحب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اثر ورسُوخ کو کام میں لاکر الفضل کے اس نمبر کی توسیع اشاعت میں ممد ومعاون ہوں۔ تاکہ ہر ایک جماعت کے افراد جمع ہو کر ایک تعداد پرچوں کی تعین کرے۔ اور اتنے پرچے اپنے حلقہ اثر میں فروخت کرادیں۔ تاکہ آنحضرت صلعم کا ذکر خیر پھیلے۔ اور دنیا اس بے نظیر محسن کو پہچانے۔

فتح محمد سیال ناظر دعوت وتبلیغ قادیان

امیر التبلیغ علاقہ سندھ کی خدمات

الفضل مجریہ ۲۱ اگست میں مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کی تبدیلی کا اعلان کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا۔ ان کی خدمات سلسلہ کا ذکر انشاء اللہ آئندہ کسی دوسرے وقت پر کیا جائیگا۔ میرے نزدیک اس کا بہترین موقعہ ان کی واپسی پر تھا۔ لیکن میر مرید احمد صاحب و ماسٹر محمد بریل صاحب کی آمدہ چٹھی نے جو انہوں نے بغرض اشاعت میرے پاس بھیجی ہے۔ مجھے تحریک کی ہے۔ کہ میں بھی مختصر نوٹ مولوی صاحب کے متعلق شائع کردوں۔ لیکن جہاں مجھے یہ خوشی ہے۔ کہ میر صاحب اور ماسٹر صاحب نے اس چٹھی میں مولوی صاحب کی تبلیغی خدمات کا ذکر تفصیلاً عمدہ پیرایہ میں کیا ہے وہاں مجھے یہ افسوس بھی ہے۔ کہ انہوں نے دعوت و تبلیغ کے ایک حق کو چھینا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرنا دفتر دعوت و تبلیغ کا حق اور فرض تھا۔ کیونکہ وہ اس صیغہ کے کارکن ہیں۔ لیکن اب چونکہ اس کی تفصیل ان کی تحریر میں موجود ہے اور اس کا اعادہ کرنا تحصیل حاصل ہوگا۔ لہٰذا میں ان کے متعلق چند اور امور بیان کرتا ہوں۔ ان اوصاف حمیدہ کے علاوہ جن کا ایک مبلغ اسلام میں پایا جانا لازمی ہے۔ اس کا ان چار صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ دیانت و امانت تقویٰ اور خشیۃ اللہ مرکزی احکامات کی اطاعت اور افسران سے تعاون و وفاداری۔ علاقہ میں رسوخ۔ اور مجھے خوشی ہے۔ کہ ان چاروں صفات سے مولوی صاحب موصوف متصف ہیں:

دیانت و امانت

مولوی صاحب اپریل ۱۹۲۳ء سے علاقہ سندھ میں کام کر رہے ہیں۔ اور اس وقت سے اب تک انہوں نے اپنے مفوضہ کام کو نہایت دیانتداری سے نبھایا ہے۔ اور کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہونے دی۔ جس سے ان پر کسی قسم کی شکایت پیدا ہونے کا احتمال بھی ہوا ہو۔ علاقہ سندھ کی تبلیغ ان کے سپرد کی گئی تھی۔ اور انہوں نے اس مقدس کام کو اس جانفشانی اور دیانتداری کے ساتھ نبھایا ہے۔ کہ مجھے بہت ہی کم اور شاذ و نادر کے طور پر انہیں ہدایات دینا پڑی ہیں۔ اکثر انہوں نے علاقہ کی جماعتوں اور احمدی افراد کا خود ہی خیال رکھا ہے اور وقتاً فوقتاً ہر ایک جماعت میں جلد جلد پہنچکر ان کی تربیت اور تبلیغ اپنا فرض سمجھا ہے۔ اور اس علاقہ سے کبھی کوئی شکایت اس رنگ میں دفتر میں نہیں پہنچی۔ کہ مولوی صاحب فلاں فلاں جماعت کی طرف تو بار بار گئے ہیں۔ اور ہماری طرف نہیں آئے۔ بلکہ باری باری سب کا حق ادا کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ دیانت اور امانت کا جو بوجھ ان کے کندھوں پر رکھکر انہیں بھیجا گیا تھا۔ اس کو انہوں نے بہت استقلال سے اٹھائے رکھا ہے:

تقویٰ و خشیت اللہ

بعض چھوٹے چھوٹے واقعات ایک متقی انسان کا پتہ دئے بغیر نہیں رہتے۔ چند ماہ کا واقعہ ہے۔ کہ انہوں نے مجھے لکھا۔ کوئٹہ کے دوست خواہش کرتے ہیں۔ کہ میں چند دن کے لئے ان کے پاس جاؤں۔ اور چونکہ کوئٹہ میرے علاقہ سے باہر ہے۔ اس لئے اجازت طلب کرتا ہوں۔ میں نے بعض وجوہ سے اجازت نہ دی۔ کسی دوست نے ان کو یہاں سے لکھدیا۔ کہ اگر آپ وہاں جانا چاہتے ہیں۔ تو کوئٹہ والوں کو لکھیں۔ کہ وہ دفتر میں درخواست بھیجیں۔ اس کا جواب مولوی صاحب نے اس دوست کو جیسا کہ اس نے خود ہی بیان کیا یہ دیا۔ کہ مجھے کوئی نفسانی خواہش تو وہاں کھینچ نہیں رہی۔ کہ میں اتنی مصیبت میں پڑوں۔ خدا کا کام کرنا ہے۔ جہاں وہ چاہے۔ اپنی رضا کے ماتحت لے لے۔ کوئٹہ والوں کو میں نے یہی لکھدیا ہے۔ کہ مرکز کی طرف سے اجازت نہیں۔ اس سے زیادہ یہ لکھنا۔ کہ تم خود وہاں درخواست کرو میں نے تقویٰ کے خلاف سمجھا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ مجھے خود وہاں جانے کی آرزو ہے۔ یہ چھوٹا سا واقعہ ہے مگر خشیت اللہ کے علاوہ مرکزی احکامات کی اطاعت بھی ظاہر کرتا ہے:

اطاعت تعاون و وفاداری

مرکزی دفتر کے احکامات کی اطاعت اور اس سے تعاون اور وفاداری کا اظہار بھی انہوں نے جس عملی رنگ میں کیا ہے۔ وہ میرے لئے کم خوش کن نہیں ہے۔ دفتر کا کوئی حکم ان کے نام ایسا نہیں پہونچا جس کی انہوں نے اطاعت نہ کی ہو۔ علاقہ سے باہر اپنی نقل و حرکت بجز صریح اجازت کے ہرگز نہیں کی۔ حتیٰ کہ اپنی لائق اور قابل بیٹی کی مرض الموت میں وہ کراچی میں تھے۔ بعض پرائیویٹ خطوط ان کو متواتر لکھے گئے۔ لڑکی کی حالت سے روزانہ اطلاع دی جاتی رہی۔ لیکن چونکہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ان کو قادیان سے واپس گئے ہوا تھا۔ اس لئے انہوں نے واپسی کے لئے درخواست کرنے میں بھی حجاب ہی محسوس کیا۔ اور آخر جب لڑکی کی نازک حالت دیکھکر میری اجازت سے انہیں تار دیا گیا۔ تو پھر بھی کراچی سے اپنے مرکز روہڑی میں آکر تبلیغ کے متعلق مناسب ہدایات دیکر اور ایک رات وہاں ٹھہر کر اس وقت قادیان پہنچے جبکہ مرحومہ کا جنازہ گھر سے لایا جا چکا تھا۔ اور صرف ان کی انتظار ہو رہی تھی:

تعاون و وفاداری کی یہ روح ہے۔ کہ چند دن ہوئے بوجہ علالت و بغرض علاج انہوں نے مجھ سے چند یوم کے لئے واپس آنے کی اجازت طلب کی۔ آمد و رفت کے اخراجات اور مالی مشکلات کی وجہ سے ان کو لکھا گیا۔ کہ آپ ایثار کریں۔ اور اس وقت رخصت نہ لیں۔ وہاں ہی ٹھہر کر علاج کرائیں۔ اس پر انہوں نے نہایت ہی خوشی سے اپنی رخصت کی درخواست واپس لے لی:

علاقہ میں رسوخ

ایک مبلغ کو اپنے فرائض کی ادائگی میں اس وقت تک بہت سی دشواریاں پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ جب تک کہ خاص و عام میں اس کا رسوخ نہ ہو۔ مولوی صاحب کا رسوخ نہ صرف احمدیوں تک ہی محدود رہا بلکہ وہ عامۃ الناس کے علاوہ غیر احمدیوں کے تعلیم یافتہ اور ذی اثر طبقہ میں بھی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ غیر احمدی احباب اور اسلامیہ انجمنیں جو پہلے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ شدید اختلافات رکھتی۔ اور بات سننا گوارا نہ کرتی تھیں۔ مولوی صاحب کے حسن سلوک اور حسن اخلاق اور رسوخ کی وجہ سے اب سلسلہ کی مداح ہیں۔ اور نہ صرف مداح ہی ہیں۔ بلکہ ہمارے مبلغوں کو خود اخراجات دیکر بلاتی ہیں۔ حال ہی میں ایک اسلامیہ انجمن نے اپنے جلسہ پر مولوی صاحب کو اپنا صدر تجویز کیا۔ نظر بریں حالات میں خوش ہوں۔ کہ مولوی صاحب نے اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری جانفشانی اور عزم و استقلال سے سرانجام دیا ہے۔ اور علاقہ سندھ میں وہ ایک کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کے قائم مقام کو ان سے بھی زیادہ مفید اور کامیاب ثابت کرے۔ اس دعا کے بعد میر مرید احمد صاحب و ماسٹر محمد بریل صاحب کی چٹھی شائع کی جاتی ہے:

(ناظر دعوۃ و تبلیغ)

۱۔ ہمارے مربی و محسن مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری امیر التبلیغ سندھ بیماری کی وجہ سے واپس دارالامان بلائے گئے ہیں۔ اور یہ صدمہ گو ہمارے سندھی احباب کے لئے کچھ کم نہیں۔ کہ جس شخص نے ہمارے علاقہ میں آکر متعصب علماء کے قبضہ سے مسلمانان سندھ کو نہ صرف آزاد کیا۔ بلکہ بہت سی سعید روحوں کی جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کا بفضلہ تعالیٰ پابند کرا دیا۔ ایسے وجود کا ہم سے جدا ہونا جانکاہ صدمہ ہے۔ مگر ہمیں یہ بھی خوشی ہے۔ کہ ہمارا یہ اول مبلغ سندھ منصور و مظفر ہو کر جا رہا ہے۔

۲۔ جب مولانا بقاپوری صاحب اول اول اپریل ۱۹۲۳ء میں سندھ تشریف لائے۔ تو اس وقت سندھ کے لوگوں کی حالت ملکانہ قوم کی طرح تھی:

سنجوگی قوم جو لاکھ کے قریب سندھ میں ہے۔ آریہ قوم